سلسلہ مطبوعات (۴)

ولی اللہی جماعت کا انقلابی کردار

اور

ہماری ذِمہ داریاں

مُفتی عبدُالخالق آزاد

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

باسم تعالیٰ

حرف اول

برعظیم ہند کا خطہ ہر لحاظ سے تنوع رکھتا ہے یہاں بہت سی زبانوں اور ثقافتوں کے ساتھ کئی مذاہب پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کو ایک صحتمند وحدت دینے کا اعزاز ماضی قریب میں مسلم عہد حکومت کو حاصل رہا ہے اس وحدت کو انگریز سامراج نے آکر پارہ پارہ کر دیا اور یہاں کی اقوام کے مابین ایسی تلخی پیدا کر دی کہ اس کے بظاہر جانے کے پچاس سال بعد بھی اس کی بوئی ہوئی نفرتوں کی فصل کاٹی جارہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انگریز سامراج کی پالیسیوں کا صحیح ادراک اس خطہ میں ولی اللہی جماعت نے ہی کیا اور نہ صرف یہ بلکہ قبل ازیں اس خطہ میں قائم مسلم عہد حکومت کی کمزوریوں کو آشکارا کرنے اور اس کی جگہ نظام نو کے قیام کی ضرورت کا احساس بھی اسی جماعت نے ہی دلایا تھا۔

اس جماعت کا شاندار اور قابل فخر ورثہ اس خطہ کے باشعور نوجوانوں کو منتقل ہوا ہے اور یوں ولی اللہی کردار کے تسلسل کو نبھانے کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر آن پڑی یقیناً پاکستان میں مصنوعی دینی تنظیموں کی بہتات ہے ان میں سے بعض نادیدہ قوتوں کے آلہ کار بھی ہیں چنانچہ ان کے نظریات سرگرمیاں اور ان کے اخراجات اس امر کی واضح شہادت ہیں چنانچہ یہ تنظیمیں حقیقی دین کی سچی وارث جماعت کی کردار کشی کے بغیر اپنا وجود منوانے سے قاصر نظر آتی ہیں بنا بریں اس امر کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ علماء حق کے تاریخی تسلسل کی ایک کڑی کے طور پر آج کا باشعور عالم دین اور گریجویٹ اپنا کردار ادا کرے اور مسلط کردہ فرسودہ افکار پر مبنی نظام کی بساط ہی لپیٹ ڈالے اور یوں افکار تازہ سے عالم کی نو کی تعمیر کرے

زیر نظر پمفلٹ میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے باشعور نوجوانوں کے روشن ضمیروں کو مخاطب کر کے انہیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کی سعی مشکور کی ہے کہ ان ذمہ داریوں کو سنبھالے بغیر اب کوئی چارہ نہیں اب یہاں کے نوجوانوں کو ہی اپنے دینی جذبہ کو شعوری انداز میں بروئے کار لا کر ایک توانا تنظیم کی داغ بیل ڈالنی ہے اور ملک کے مستقبل کو دھندلکوں سے نجات دلانے کا لائحہ عمل طے کرنا ہے۔ (چیئرمین)

فہرست مضامین

سماج کی تین بنیادیں

مسلم سماج کا دور عروج

مسلم سماج کا زوال

ولی اللہی جماعت کا تجزیہ اور لائحہ عمل

ولی اللہی جماعت کا کردار

انگریزوں کی ابتدائی منافقانہ پالیسی

علماء کرام کی سعی و کوشش

امام العلماء کا فتویٰ جہاد

سیاسی حقوق طلبی کے دور میں علماء کرام کی رہنمائی

ولی اللہی پروگرام اور تنظیم

تحریک ولی اللہی کے ہمہ گیر اثرات

علماء حق کی جدوجہد کا محور

جہاد بالاکوٹ کے بعد

1857ء کا جہاد آزادی اور علماء کا حصہ

انگریز کے راج میں

انقلاب کی خفیہ تحریک

موجودہ سیاسی حقائق

مظلوم انسانیت کا سوال

موجودہ دور کے تقاضے

باشعور نوجوانوں اور علماء کا فرض

صحیح لائحہ عمل

ایک غلط فہمی کا ازالہ

موجودہ دور میں دینی انقلاب کی ضرورت

باشعور افراد کی ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر سماج کی طرح پاکستانی سماج میں بسنے والے تمام ذمہ دار افراد کا سماجی تقاضہ ہے کہ وہ اس بات کے جاننے کی کوشش کریں کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کس طرح بہتر سے بہتر ہو سکتی ہے وہ کون سی ایسی بنیادیں ہیں جن پر معاشرے کا استوار ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ کہ سماج کے فطری ارتقاء میں پیدا ہونے والی رکاوٹیں کونسی ہیں اور انہیں کس طرح دور کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ اساسی سوالات ہیں جنہیں ملحوظ خاطر رکھنا معاشرے کے ہر ذمہ دار فرد کے لئے ضروری ہے تاکہ سماج کے فطری ارتقاء اور اس کی طبعی نشوونماء کو باقی رکھنے کے لئے ہر فرد اپنا کردار ادا کر سکے۔

سماج کی تین بنیادیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم اور ملت کے سماجی ڈھانچے کی تشکیل تین بنیادی چیزوں پر ہوتی ہے۔

☆ سماجی ڈھانچے کی تشکیل میں کارفرما وہ بنیادی فکر و نظریہ اور فلسفہ جس پر پورے معاشرے کا عملی نظام قائم ہوتا ہے۔

☆ اس فکر و نظریہ کی اساس پر ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی نظام کا عملی طور پر موجود ہوتا

☆ اس کی رگوں میں متحرک وہ معاشی نظام جو اس اساسی فکر و نظریہ پر قائم ہو

ہر معاشرے کی تشکیل میں فکر و نظریہ بنیادی اور اساسی کرداد ادا کرتا ہے سیاسی نظام کی مضبوطی اور معاشی نظام کی فلاح معاشرے کو عملی طور پر ترقی کے راستہ پر گامزن رکھتی ہے اس لئے کسی معاشرہ کے ترقی یافتہ ہونے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ وہ فکری اور نظریاتی حوالے سے انفرادی اور اجتماعی اخلاقیات کے کس مقام پر کھڑا ہے اس کے سیاسی نظام میں کتنا استحکام ہے عادلانہ معیشت کے حوالے سے اس میں کتنی جان ہے کسی قوم کی فکری مفلسی سیاسی بے وقعتی اور معاشی پسماندگی ایسی چیزیں ہیں جو قوم کے دیوالیہ پن کو ظاہر کرتی

ہیں ایسی قوم باقی اقوام کی نظروں میں اپنا وقار اور بھرم تو کجا اپنا وجود تک قائم نہیں رکھ سکتی۔

مسلم سماج کا دور عروج

مسلم ملت کے دور عروج میں اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق یہ تینوں بنیادیں بہت عمدہ طریقہ پر موجود تھیں اور ہمارا سماجی اور معاشرتی کردار بھی انھی کی وجہ سے ایک طرح کی مثالیت لئے ہوئے تھا چنانچہ دین اسلام کا حقیقی فکر و نظریہ ہمارے سماج کی بنیادی اینٹ تھا اور سماج کے اس بنیادی نظریئے کی حفاظت کے لئے اصحاب فکر و دانش اور ارباب علم و فضل کی ایک مستقل اور باکردار جماعت موجود تھی اور پھر اس فکر و نظریہ پر قائم مضبوط سیاسی نظام بھی موجود تھا جس کی وجہ سے پورے سماج کی عزت تھی وقار تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم کے بنیادی حقوق محفوظ تھے وہ اغیار کے غلام تھے نہ اپنوں کے۔ اس سیاسی نظام کو مضبوط بنیادوں پر قائم رکھنے کے لئے اہل اور عادل حکمرانوں کی صورت میں ایک اجتماعی ادارہ موجود تھا جس نے حتی الوسع اسے صحیح بنیادوں پر قائم رکھا یہی نہیں اس سے آگے چل کر ہمارے دینی فکر کی اساس پر ایسا معاشی نظام بھی موجود تھا کہ جس میں عدل و مساوات کے اصولوں کی روشنی میں معاشرہ کے تمام افراد کی بنیادی ضرورتوں اور معاشی تقاضوں کو پورا کیا جاتا تھا غرضیکہ ان تینوں جہات کے حوالے سے ہمارا معاشرہ اس وقت کے دیگر سماجوں کے مقابلہ میں ایک مثالی سماج کی حیثیت رکھتا تھا جس کو اپنے ہی نہیں غیروں نے بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مسلم سماج کا زوال

عروج کے بعد زوال اس وقت شروع ہوا جب ہم نے سماج کے ان اجتماعی اداروں کے حوالے سے غفلت کا ارتکاب کیا چنانچہ نااہل علماء کے غلط رویوں کی بناء پر معاشرے کی فکری شناخت کمزور پڑنے لگی جب کہ حکمرانوں کی سیاہ کاریوں سے سیاسی نظام میں خلل پیدا ہوا اور مقتدر طبقات کی عیاشیوں نے ہمارے معاشی نظام کو گھن لگنے لگا گویا ہماری اجتماعیت

میں ایک روگ پیدا ہونے لگا اور معاشرہ اندر سے کھوکھلا ہونے لگا۔

ہماری کمزوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیروں نے ہم پر قبضہ جمالیا اور حسب دستور آتے ہی ہماری سماجی پہچان کو ختم کرنا شروع کر دیا چنانچہ حکمرانوں کے غیر ذمہ دارانہ رویوں اور اپنوں کی غداری سے ہمیں سیاسی شکست ہوئی جس سے ہمارا سیاسی نظام ختم ہو کر رہ گیا اور انگریز سامراج نے میکاولی کے فکر پر ایک شاطرانہ و مکارانہ نظام سیاست ہم پر مسلط کر دیا اور تب سے ہمارے ہاں فریب اور دھوکہ دہی کی سیاست کا رواج ہوا جس سے ہماری سماجی ساخت کو بڑا دھچکا پہنچا۔

ہمارے سیاسی نظام کو تباہ و برباد کر دینے کے بعد انگریز سامراج نے ہمیں معاشی طور پر کنگال کر دیا ہمارے خون پسینے کی کمائی سے سامراجی ممالک کے کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں بلند ہونے لگا اور یوں استحصال و ظلم پر مبنی جاگیردار اور سرمایہ داری نظام معیشت ہم پر مسلط کر دیا گیا جس کے ذریعے ہماری دولت لوٹ کر ہمیں معاشی پسماندگی پر مجبور کر دیا گیا۔

آخری اور زوردار حملہ ہمارے اس فکر پر کیا گیا جس کی بنیاد پر ہمارا سیاسی اور معاشی نظام استوار تھا چنانچہ قوم کو فکری و نظریاتی اساس سے برگشتہ کرنے کے لئے بہت سے طریقے اختیار کئے گئے مختلف فرقوں کو وجود میں لایا گیا اور اس کاروبار کے لئے اسلام کے نام پر ہی کئی جماعتیں تشکیل دی گئیں تاکہ امت مسلمہ کا ہر فرد یہ محسوس کرے کہ ہمارے پاس کوئی فکری و نظریاتی اساس موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ انتہائی بوسیدہ اور دور از کار رفتہ ہے اور یوں اغیار کی فکری خوشہ چینی کرنے لگیں تاکہ سامراجی سیاست و معیشت کا نظام اپنے فکری ورثہ سمیت ہماری رگوں میں اس طرح سرایت کر جائے کہ ہم اس کو ہی دنیا کا بہترین نظام تصور کرنے لگ جائیں اور یوں سامراجی تسلط کے دن طویل سے طویل تر ہوتے جائیں غرضیکہ سامراج کی پوری کوشش رہی کہ ہر ممکن طریقہ سے ہماری سماجی شناخت کا خاتمہ ہو جائے۔

ولی اللہی جماعت کا تجزیہ اور لائحہ عمل

ان پر آشوب حالات میں جب کہ انگریز سامراج نے ہمارے سیاسی، معاشی نظام کو عملاً ختم کر کے رکھ دیا تھا اپنا لادینی ظالمانہ نظام ہم پر مسلط کر دیا تھا اور پھر ہمارے فکر پر تابڑ توڑ حملے کیے جا رہے تھے قومی اور ملی شعور رکھنے والے اہل حق کی جماعت نے محسوس کیا کہ ہمارے سماج کی تینوں بنیادوں کے یکے بعد دیگرے اغیار کے حملوں کی زد میں ہونے کی وجہ سے سماج کا فطری ارتقاء رک گیا ہے اور اس کی طبعی نشو و نما میں ایسی زبردست رکاوٹیں پیدا کر دی گئی ہیں کہ جنہیں بروقت دور کیے بغیر ہم بحیثیت مجموعی قومی حوالے سے ترقی نہیں کر سکتے چنانچہ اس جماعت نے اس پر غور و فکر شروع کر دیا کہ کس طریقہ سے بھور میں پھنسی ہوئی قوم کی اس کشتی کو ساحل مراد تک پہنچایا جائے۔

اس قومی جماعت نے سائنٹیفک انداز میں سماجی مسائل کا تجزیہ کیا اور محسوس کیا کہ کسی قوم کا سیاسی و معاشی نظام اس کے فکر و نظریہ کی اساس پر قائم ہوتا ہے چنانچہ قوم کا سیاسی اور معاشی نظام اگرچہ ختم بھی ہو جائے لیکن اگر اس کا فکری اثاثہ محفوظ ہے اور وہ تباہ ہونے سے بچ جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ آئندہ چل کر اس فکر و نظریہ پر کام کر کے سیاسی اور معاشی نظام تشکیل دے لیا جائے اور اگر سیاسی طاقت اور معاشی قوت کے خاتمہ کے ساتھ قوم و ملت کا فکری و نظریاتی اثاثہ سرے سے معدوم کر دیا جائے یا اس میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اس کی اصل شکل کو مسخ کر کے رکھ دیا جائے تو ایسی قوم دنیا کے نقشے سے معدوم ہو کر رہ جاتی ہے قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں اسپین کے مسلمانوں کی مثال سامنے ہے کہ وہاں سیاسی و معاشی نظام کی تباہی کے بعد دینی فکر بھی محفوظ نہ رہا اور اس پورے ملک میں اسلام کا نام لینے والا کوئی فرد موجود نہ رہا۔

اس گہرے تجربے کی روشنی میں اس قومی جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ انسانیت دوست فکری اور نظریاتی اثاثے کی حفاظت وقت کی اہم ضرورت ہے اور پھر اس کی اساس پر

ایک بہترین سیاسی و معاشی نظام کے قیام کی جدو جہد کا ہونا بھی ضروری امر ہے نیز اس راہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے لائحہ عمل بنایا جانا وقت کی اہم پکار ہے اگر آج اس عظیم ذمہ داری کو پورا نہ کیا گیا تو گزشتہ ادوار میں صفحہ ہستی سے مٹی ہوئی قوموں کی طرح ہمارا بھی نام و نشان باقی نہیں رہے گا چنانچہ ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی گئی جس کی تربیت کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ وہ فکری اور نظریاتی طور پر اس قدر مضبوط اور مستحکم ہو کہ سامراج کا فکری فلسفہ اس کا سیاسی جبر اور معاشی لالچ اس کو اپنے اساسی فکر کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا نہ کر سکے اس طرح جہاں ایک طرف فکر و نظریہ کی حفاظت کا کام کیا گیا تو دوسری جانب سامراجی نظام کے تسلط سے قوم کو آزادی دلانے کے لئے عوامی جدو جہد کو منظم کیا گیا اور یوں سامراج کی فکری سیاسی اور معاشی یلغار کا مقابلہ کرنے کے حوالے سے اہم ترین فیصلہ کیا گیا جو سماجی نقطہ نظر سے ایسا بہترین فیصلہ تھا جس کے درست ہونے پر شک و شبہ کا اظہار کرنا قوم کے اجتماعی مفادات سے غداری کی راہ ہموار کرنا ہے۔

ولی اللہی جماعت کا کردار

آج اگر ہمارا دینی فکر و نظریہ اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے اور برعظیم ہندو پاک میں مسلم امت کی نبض میں کچھ جان ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ زوال کے ابتدائی دنوں سے لے کر آج تک علمائے حق کا ایک ایسا سلسلہ موجود ہے کہ جس نے مندرجہ بالا فیصلے کی روشنی میں نہ صرف دینی فکر و نظریہ کی حفاظت کا کام دل و جان سے کیا بلکہ انگریز سامراج کی سیاسی معاشی اور فکری یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہؒ دہلوی سے لے کر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ تک علمائے حق کا ایک طویل سلسلہ ہے جس نے بڑی ہمت و طاقت سے اپنے فکر و نظریہ کو محفوظ رکھا اور اس کو پورے دلائل اور براہین کے ساتھ مدلل و مبرہن کیا اور جس نے سامراج سے آزادی حاصل کرنے کے لئے بڑی پامردی سے اس کا مقابلہ کیا۔

اس سلسلے میں ایک فاضل قلم کار رقم طراز ہیں(۱)

عالمگیر کی وفات کے بعد اصل معرکہ انگریزوں اور ولی اللہی جماعت کے علماء کے درمیان تھا اور دو منظم قوتیں ہی اس وقت میدان عمل میں تھیں

ایک انگریز کی قوت جو تمام مادی وسائل و ذرائع سے لیس اور خفیہ مکاریوں اور چالاکیوں میں طاق تھی

دوسری ولی اللہی جماعت علماء کی طاقت جو اگرچہ نظم وضبط میں انگریزوں سے بھی فائق تھی لیکن دوسرے وسائل سے بالکل تہی تھی۔

انگریزوں کی ابتدائی منافقانہ پالیسی

1707ء سے **1757**ء تک انگریزوں کی پالیسی نیم تجارتی اور نیم سیاسی رہی لیکن جنگ پلاسی کے بعد جو **1757**ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ اور انگریزوں کے درمیان ہوئی اور جس میں انگریزوں کی شکست فاش سراج الدولہ کے وزیر غدار میر جعفر کی سازباز کی بدولت فتح میں تبدیل ہو گئی انگریزوں کی سیاست نے غلبہ کی صورت اختیار کر لی نوابان اور راجگان ہند کی باہمی آویزشوں نے ان کی سیاسی اثر ونفوذ کو بڑھنے کے لئے شاندار موقعہ بہم پہنچایا دہلی کی مرکزی طاقت **1738**ء میں ہی نادر شاہ ایرانی کے حملے اور قتل و غارت گری کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے مضمحل ہو کر رہ گئی تھی۔

انگریزوں کے غلبہ کو روکنے کے لئے علماء کرام کی سعی وکوشش

یہی دور ہے جب کہ دہلی میں علماء کی تنظیم مستقبل کا پروگرام مرتب کر رہی تھی یہ ہی زمانہ ہے کہ شاہ ابو سعید اور ان کے صاحبزادے ابو اللیث سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو کی مجاہدانہ یلغاروں کی حمایت و معاونت کر رہے تھے یہی عہد ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایماء پر سید احمد شہید نواب امیر علی خان کی جنگ جویانہ رزم آرائیوں کو انگریز کے خلاف قائم رکھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔

1757ء سے 1832ء تک اگر ایک طرف انگریز ریئسان ہند کے کسی ایک گروہ کی حمایت اور دوسرے کی مخالفت کر کے اپنے اقتدار اور بالا دستی کی راہ ہموار کر رہا تھا تو دوسری طرف علماء دین انگریز کے ان عزائم کے خلاف بعض محبّ وطن عناصر کو مقابلہ پر آمادہ کرنے میں لگے ہوئے تھے اور خود تنظیم جہاد اور اصلاحات کی تحریکیں چلا رہے تھے سلطان ٹیپو کی انگریزوں کے خلاف جنگ اور امیر علی خان کا انسے مقابلہ علماء کی ترغیب کا ہی نتیجہ تھا۔

فاضل قلم کار مزید لکھتے ہیں (۲) ان پے در پے ناخوشگوار واقعات کے ظہور کے دوران حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنا وہ منشور اور تاریخی فتویٰ صادر فرمایا کہ جس کی رو سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے دیا گیا تھا اور مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ یا تو متغلب کافر طاقت سے جہاد کریں یا اس ملک سے ہجرت کر جائیں چنانچہ فتویٰ کی اس عبارت کا یہاں نقل کر دینا ناظرین کے لئے استفادہ سے خالی نہیں ہو گا یہ فتویٰ فارسی زبان میں فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی میں موجود ہے اس کا اردو ترجمہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

انگریزی غلبہ کے خلاف امام العلماء کا فتویٰ جہاد

"یہاں امام المسلمین کا حکم قطعی جاری نہیں ہے انگریز افسران کا حکم بے دھڑک چلتا ہے احکام کفر کے اجراء سے یہ مطلب ہے کہ مقدمہ ملک داری' انتظام رعایا' وصولی خراج وباج' عشر واموال' تجارت' قزاقوں اور چوروں کے فیصلے' باہمی مقدمات کے تصفیہ جرائم کی سزاؤں وغیرہ میں یہ لوگ بطور خود حاکم و مختار ہیں۔

اگرچہ چند احکام اسلام مثلاً نماز جمعہ' عیدین' اذان اور ذبیحہ گاؤ وغیرہ سے وہ کوئی تعرض نہیں کرتے لیکن ان امور کی اصل جس پر قائم ہے وہ ان کے نزدیک بے حقیقت اور ان کے ہاتھوں غارت ہے مثلاً مساجد و عبادت گاہیں بے تکلف منہدم کر ڈالتے ہیں کوئی

مسلمان یا غیر مسلم ان کی اجازت کے بغیر شہر و اطراف میں داخل نہیں ہو سکتے۔

الغرض دہلی سے کلکتہ تک ان کی عملداری ہے چنانچہ اب یہ ملک دارالاسلام یا دارالامن کے بجائے دارالحرب بن چکا ہے اور آئندہ یہاں دارالحرب کے احکام جاری ہوا کریں گے"

اس فتویٰ کے بعد جہاد کی زبردست تیاریاں کی گئیں سید احمد شہید جماعت مجاہدین کے امیر و امام مقرر ہوئے شاہ اسمٰعیل شہید ان کے دست راست اور علماء کی ایک عظیم جماعت ان کی رفیق و معاون بنی اس جہاد کی تفصیلات کے بارے میں کئی کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔

بہر حال **1818**ء کے بعد سے **1857**ء کی جنگ آزادی تک اور پھر اس کے بعد سے تحریک خلافت تک انگریزوں کو اس ملک میں جو غلبہ و اقتدار رہا اسے چیلنج کرنے والے اور انقلاب کے داعی صرف علماء دین ہی تھے جن کے پیش نظر اسلام کے سوا اور کوئی مقصد نہیں تھا اور اسلام کے قیام کی خاطر وہ وطن کی آزادی اور عوام کی آزادی کے طلب گار تھے۔

مسلمانوں کے دیگر طبقے و افراد زندگی کے دوسرے میدانوں میں خواہ کچھ بھی اہمیت و فوقیت رکھتے ہوں لیکن اس سودائے عشق سے ان سب کے سر خالی تھے۔

سیاسی حقوق طلبی کے دور میں علماء کرام کی رہنمائی

سیاسی حقوق طلبی کا اصل دور تحریک خلافت کے بعد اس ملک میں شروع ہوا اور اس نے ایک نیا رخ اختیار کیا اگرچہ نظام اسلامی کے قیام وغیرہ کے نعرے بلند تو ہوتے رہے لیکن عملاً سیاست افرنگ کو ہی سب نے قبول کر لیا اور اس نظام کو اپنانا شروع کر دیا جسے یورپ کے مفکرین نے مرتب کیا یہ صورت حال ابھی تک جاری ہے اور اب تو جمہوریت الیکشن اسمبلیاں ہی مقصود سیاسی بن کر رہ گئی ہیں لیکن علماء نے جس اسلامی انقلاب کے قیام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگائی تھی وہ ان آلودگیوں سے پاک و بلند تھا تاہم اس جدید راہ کی بھی صحیح

راہنمائی کا دروازہ علماء کے ہاتھوں سے کھلا

شاہ عبدالعزیز صاحب جن کا ٦ مئی 1824ء کو انتقال ہوا 80 سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی 17 سال کی عمر سے اپنے والد شاہ ولی اللہ کی جانشینی کا فریضہ ادا کیا 63 سال تک متواتر شب وروز اس پروگرام کی تکمیل میں مصروف رہے جسے ان کے والد مقتدا حضرت شاہ ولی اللہ نے مرتب فرمایا تھا۔

ولی اللہی پروگرام اور تنظیم

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تعلیمات اور پروگرام کی بنیاد فک کل نظام کے نظریہ پر رکھی یعنی تمام موجودہ نظام خواہ وہ سیاست و حکومت کا نظام ہو اقتصادیات و معاشیات کا نظام ہو اور تہذیب و تمدن کا نظام ہو ہر ایک کو ختم کر کے ایک نئے ہمہ گیر نظام کی تشکیل و تعمیر کی جائے جو من کل الوجوہ اسلام کی تعلیمات سے ماخوذ ہو اور امت مسلمہ کی قیادت خواہ وہ قومی ہو تعلیمی ہو حکومتی ہو اقتصادی ہو تہذیبی ہو تمدنی ہو تمام کی تمام علمائے دین کے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے۔

مسلمانوں کے پیہم اور ہمہ گیر سیاسی زوال کی اصل وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں تھی کہ جو طبقہ سیاست و اقتدار پر قابض چلا آرہا تھا وہ دین سے بیگانہ اور ناآشنا تھا اسلام کی طاقت کا نمائندہ تو وہ بنتا تھا لیکن اس کی تمام حکمت عملیاں اور اقدامات اسلامی تقاضوں سے خالی تھے۔

پھر یہ کہ شخصی دور حکومت میں تو اس نظام کی کسی قدر گنجائش بھی تھی لیکن آنے والا زمانہ جسے شاہ صاحب کی نگاہ بصیرت نے تاڑ لیا تھا شخصی نہیں عوامی اور جماعتی تھا اس کے لئے ایک دستوری اور آئینی قیادت ہی کام آسکتی تھی اور اس کے اہل بہ ہمہ وجوہ وہی افراد ہو سکتے تھے جو کامل اور قابل اعتماد علم رکھتے ہوں جن کی شخصی زندگیاں کتاب و اہل سنت کے سانچے میں ڈھل چکی ہوں اور جو قرآن و سنت کے مقاصد کی اشاعت و دعوت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔

چنانچہ آپ نے از سر نو اسلام کی صحیح تاریخ مرتب فرمائی ان تمام افکار و نظریات کو مدون فرمایا جن کے ذریعہ جدید سیاسیات جدید اقتصادیات جدید معاشیات جدید عمرانیات اور جدید اجتماعیات کے مسائل کو اسلام کی روشنی میں حل کیا جا سکے اور وہ رہنما اصول ترتیب دیئے جن پر نئے دور میں اسلامی نظام حیات کی تشکیل ہو سکتی ہے۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے باقاعدہ ایک جماعت علماء قائم کی اور اس کی تربیت کا انتظام فرمایا۔

ولی اللہی مدرسہ ایک صدی تک یہ کام دہلی میں انجام دیتا رہا جس کی زمام انتظام حضرت شاہ کے بعد ان کے فرزند جلیل شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہاتھوں میں کم وبیش ساٹھ سال رہی اور جس کے حلقہ اثر اقطاع ہند سے گزر کر بلاد عرب وسط ایشیا اور مشرق بعید تک چلا گیا تھا آپ کی وفات کے بعد شاہ محمد اسحاق صاحب آپ کے جانشین اور تحریک ولی اللہی کے امام مقرر ہوئے۔

تحریک ولی اللہی کے ہمہ گیر اثرات

اس تحریک نے اندرون ملک معاشرتی انقلاب اور مذہبی اصلاح کا ہمہ گیر کام جاری رکھا شمال میں باقاعدہ فوجی محاذ قائم کیا اور مشرق میں عوامی بغاوت کی تیاریاں کیں۔

شاہ محمد اسحاق صاحب نے دہلی میں رہ کر اندرون ملک کے کام کی نگرانی سید احمد شہید و مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفقاء نے شمال یعنی سرحد میں میدان کارزار گرم کیا اور مشرق یعنی بنگال میں نثار علی عرف تیتو میاں نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

اگرچہ واقعات نے کچھ ایسی غیر مطابقت اختیار کی کہ 7 مئی 1831ء کو سید صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب اپنے عظیم رفقاء کے ساتھ شہید ہو گئے اور بنگال کا مرد مجاہد تیتو بھی نومبر 1831ء میں انگریزوں سے جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کا ساتھی مسکین شاہ انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور تختہ دار پر لٹکا دیا گیا

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

اس طرح علماء کی جدوجہد اور تحریک ولی اللہی کو ان زبردست خونیں حادثات سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا لیکن ان کے دم خم ختم نہیں ہوئے اور بقول سر ہنٹر

یہ تحریک اب اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں کسی قائد کی موت وحیات اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی حتی کہ سید صاحب کی وفات بھی ان کے پرجوش حامیوں کے لئے ان کے مشن ودعوت کا ایک ذریعہ بن گئی۔

مذکورہ قلم کار آگے چل کر لکھتے ہیں (۳)

علماء حق کی جدوجہد کا محور

علماء حق کی جدوجہد کا بہت بڑا حصہ غلامی کی تہ بہ تہ زنجیروں کو توڑنے میں صرف ہوا اور ہو رہا ہے ملت اسلامیہ انگریز کی سیاسی غلامی ہی میں گرفتار نہیں ہوئی بلکہ ذہنی فکری تہذیبی معاشی اور اقتصادی وعمرانی غلامی میں بھی گرفتار رہی ہے براہ راست سیاسی غلامی اگرچہ ختم ہو چکی ہے لیکن ذہنی فکری تہذیبی معاشی اور عمرانی غلامی ختم کرنے کا کام باقی ہے۔

مختصرا یہ کہ علماء نے اسلام اور ملت کے بنیادی کاموں کی طرف زیادہ توجہ دی اور باقی امور کو آزادی کے وقت کے لئے اٹھار کھا اس کے باوجود وقتاً فوقتاً جو مشکلات ملت کو پیش آتی رہیں ان کی گرہ کشائی سے بھی وہ غافل نہیں رہے اور مسائل حاضرہ کا اسلامی نقطہ نظر سے تجزیہ بھی کرتے رہے لیکن زیادہ زور اصل مقصد پر ہی رہا

جہاد بالاکوٹ کے بعد

سید احمد اور مولانا اسمٰعیل کی شہادت کے بعد کام کی رفتار تیز تر کر دی گئی سرحد میں ستھیانہ کے پاس باقاعدہ جنگی کیمپ قائم کر دیا گیا جس کی قیادت مولانا محمد قاسم صاحب اور ان کے بعد مولانا نصیر الدین مرحوم نے کی اندرون ملک دہلی اور صادق پور کے دو بڑے مرکز مصروف عمل رہے مولانا ولائت علی مرکز صادق پور کے قائد تھے ان کی نگرانی میں مولانا

محمد علی صاحب رام پوری نے جنوبی ہند کا چارج لیا اور مدراس کو مرکز بنایا شاہ محمد حسین بہار کے سربراہ مقرر ہوئے اور پٹنہ صدر مقام قرار دیا مولانا عنایت علی کا صوبہ بنگال میں تقرر ہوا معاونین میں اکابر علماء وقت شامل تھے جن میں سے ہر ایک کے کارناموں کی ایک مستقل تاریخ ہے اور ان کے ساتھ بے شمار علماء دین شریک تھے جنہوں نے اپنی جانیں اپنے مال اور اپنی آبروئیں تک قربان کر کے اس راہ ورسم عاشقی کو زندہ وپائندہ رکھا ملک کے طول وعرض میں اتنا زبردست جذبہ جہادوایثار پیدا کر دیا کہ کوئی گوشہ خالی نہیں رہ گیا تھا اور ابھی پروگرام کی تکمیل کا وقت نہیں آنے پایا تھا کہ لاوا 31 مئی کے مقررہ وقت سے پہلے ہی 10 مئی 1857ء کو بہ نکلا اور بغیر کسی قیادت وضبط کے پھٹ پڑا ظاہر ہے کہ عدم کنٹرول کی وجہ سے اس کی کامیابی مشکوک تھی تاہم اس کی ہمہ گیری اور استقامت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

1857ء کا جہاد آزادی

یہ ہی وہ پہلی جنگ آزادی ہے جو انگریزوں کے خلاف ہندوستان کے طول وعرض میں لڑی گئی اور جس کی رہنمائی کرنے میں ہر جگہ علماء حضرات پیش پیش تھے

1857ء کی تحریک کے بانی مولانا سید نصیر الدین دہلوی شاہ محمد اسحاق صاحب کے دست راست تھے مجاہدین کے معاون تھے اور پورے ملک کے علماء کے ساتھ آپ نے روابط قائم فرما کر اس تحریک کو مدراس سے دہلی و میرٹھ تک اور بنگال سے سرحد تک پھیلا دیا تھا سینکڑوں اکابر علماء کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں جو آپ کی اس تحریک کے مبلغ اور مختلف مراکز کے انچارج رہے اس تحریک کی بنیاد ڈال کر آپ مرکز جہاد کو مضبوط بنانے کے لئے اپریل 1835ء کو گھر سے رخصت ہو گئے اور مختلف مقامات پر اپنے مشن کو پھیلاتے اور قیام کرتے ہوئے مرکز جہاد ستھیانہ پہنچے افسوس کہ تھوڑے عرصے بعد ہی 1840ء میں آپ کی وفات ہو گئی اور 1857ء کی تحریک سے پہلے ہی آپ کے بہت سے رازدار رفقاء انتقال فرما گئے۔

1857ء کی جنگ آزادی میں علماء کا حصہ

1857ء کی جنگ آزادی میں جن علماء نے قائدانہ حصہ لیا ان میں سے بعض نمایاں حضرات کے نام یہ ہیں

دہلی اور اس کے اطراف میں علماء کی شرکت کا اندازہ اس فتوے سے ہو سکتا ہے جو انگریزوں سے جنگ کرنے کی ترغیب کے لئے ان کی طرف سے دیا گیا فتوے پر 33 اکابر علامء کے دستخط تھے۔

☆ جنرل بخت جو اس جنگ کے سپہ سالاروں میں سے ایک تھا اس کے پیر و مرشد مولانا سرفراز علی تھے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مشہور عالم بھی اس جنگ کے ایک سالار تھے دہلی پر تسلط کے بعد انگریزوں نے جن لوگوں سے انتقام لیا ان میں طبقہ علماء نمایاں تھا امام بخش صہبائی جیسے بڑے عالم دین کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

☆ اطراف دہلی میں دور دور تک مختلف مقامات پر علماء کی قیادت میں گروہ کے گروہ انگریزوں سے جنگ کرتے رہے۔

☆ تھانہ بھون اور شاملی کے علاقہ میں حضرت امداد اللہ مہاجر مکی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے باقاعدہ نظم و تنظیم کے ساتھ جدو جہد قائم کر دی تھی۔

☆ مولانا محمد مظہر صاحب مولانا محمد منیر صاحب مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اس نظام جہاد میں شریک تھے۔

☆ مولانا عبدالجلیل خلف مولانا ریاض الدین شاہ شاگرد حضرت مولانا شاہ اسحٰق دہلوی نے علی گڑھ کا چارج سنبھالا ہوا تھا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اس معرکہ میں شہید ہوئے۔

☆ روہیل کھنڈ' بریلی' بدایون' مراد آباد' بجنور' شاہ جہان پور وغیرہ میں نواب خان

بہادر خان نے جو حافظ رحمت خان کے پوتے تھے انگریزوں سے زبردست مقابلے کئے اور دہلی کے سقوط کے بعد بخت خان نے بھی یہاں پہنچ کر معرکہ ہائے کارزار گرم کیا اس پورے علاقہ کو جو جذبہ اور جوش ملا وہ مولوی فیض احمد بدایونی کی اس کوشش سے ملا جو آپ نے فتوی جہاد کی اشاعت میں انجام دیں۔

☆ انگریزوں نے قبضہ و تسلط کے بعد جگہ جگہ جن لوگوں کو گولیاں ماریں اور پھانسیاں دیں ان میں علماء کی شخصیتیں نمایاں ہیں مثلاً صرف بدایون میں **21** اشخاص کو گولی ماری گئی ان میں مولوی تفضّل حسین، مولوی اشرف علی، مولوی ماجد علی اور مولوی رضی جیسے وہاں کے بڑے بڑے عالم بھی شامل تھے اور ایک سو سترہ اشخاص کو پھانسیاں دی گئیں ان میں سے بھی بہت بڑی تعداد علماء کی ہے۔

☆ مراد آباد میں مولانا کفایت اللہ کافی جیسا بے بدل عالم جہاد کی کمان کر رہا تھا جسے آخر میں انگریزوں نے گرفتار کر کے سزائے موت دی۔

☆ مولانا وہاج الدین منو بھی اس علاقہ کے ایک قائد جنگ تھے جنہیں محاصرہ میں لے کر ان کے گھر میں ایک وفادار ملازم کے ساتھ گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

☆ شاہ غلام بھولن سیوہاری بھی اس سلسلے میں جہاد کے ایک فرد ہیں جنہیں گرفتار کر کے انڈومان بھیج دیا گیا۔

☆ شاہ جہان اور الہ آباد تک کے کارزار کی نگرانی مولانا لیاقت علی فرما رہے تھے۔

☆ اس میدان میں سر فروشی کا ایک بڑا مرکزی قائد احمد اللہ شاہ بھی تھے جو مدراس سے دہلی تک اور آگرہ سے سرزمین اودھ تک مصروف رہے دراصل **1857**ء کے معرکہ کی روح رواں یہی شخصیت تھے آپ زبردست عالم دین اور صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت زیرک سیاستدان اور قائد بھی تھے آپ کے تفصیلی حالات کے لئے بڑی طوالت درکار ہے بہر حال اس تحریک میں جو کچھ شدت استحکام اور جذبہ تھا وہ اس شخصیت کا ہی پیدا کردہ تھا انگریزوں کی بھی کڑی نظر ان پر تھی اور یہ بھی ان کو مات دینے میں طاق تھے آخر وقت تک

انگریزوں کے داؤں میں نہ آئے لیکن افسوس ہے کہ پوائین میں جو اودھ اور بند ہیل کھنڈ کے سرحدوں پر ایک مقام ہے وہاں کے راجہ نے غداری کر کے اپنی گڑھی کے اندر گولیوں سے آپ کو شہید کر دیا۔

اس زمانے کے انگریز جرنیلوں نے بھی ان کی دھاک تسلیم کی ہے چارلس نال جنرل ٹامس اور فلاسٹر نے اپنی تحریروں میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

☆ مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی علامہ فصل حق خیر آبادی قاضی عنایت علی صاحب بھی اس جنگ کے ہیروؤں میں شامل تھے جنہیں آخر میں کالے پانی کی سزا دی گئی۔

1857ء کا یہ ہنگامہ جب سرد ہو گیا اور انگریزوں کو پورے ملک پر غلبہ و تسلط حاصل ہو گیا تو ان کا دستِ انتقام دراز ہوا اس کے لئے زندہ جلا دینے گولی مار دینے اذیتیں دے دے کر قتل کرنے املاک و بستیاں تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ کالے پانی بھیجنے کی سزا بھی ایجاد کی گئی جس کو آباد کرنے والے سب سے پہلے علماء حق ہی تھے۔

فاضل قلم کار مزید لکھتے ہیں کہ **1608**ء میں انگریزوں نے سرزمین ہند پر قدم رکھا اور دو سو انچاس سال بعد **1857**ء میں وہ پورے ہندوستان پر قابض و متصرف ہو گئے اس عرصہ میں ملک پر اقتدار اعلیٰ مغل سلطنت کا رہا کتنی ہی بڑی بڑی خود مختار ریاستیں یہاں ہندوؤں اور مسلمانوں کی قائم ہوئیں اور ملک کے عام حالات روز بروز متغیر ہوتے رہے۔

سوال یہ ہے کہ ان اڑھائی صدیوں میں علماء کی جدوجہد کے سوا کسی اور جدوجہد کا بھی نشان ملتا ہے جس کا پروگرام ہمہ گیر مذہبی سماجی اور سیاسی اصلاح و انقلاب کا ہو بے شک ہند کے امراء اور راجگان نے بھی انگریزی اقتدار سے ٹکر لی لیکن ان کا مقصد اپنی راج گدیوں کی حفاظت کے سوا اور کیا تھا ایک سلطان ٹیپو کو مستثنیٰ کر کے کسی بھی رئیس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے سامنے آزادی وطن اور ترقی ملت کا نصب العین تھا اس نصب العین کا علم صرف علماء نے بلند کیا اس کی جڑیں انہوں نے ہی عوام کے اندر قائم کیں انگریزی طاقت سے وہ برابر لڑتے بھڑتے رہے ملک کی رائے عامہ کو انگریزوں کے خلاف ابھارتے

رہے اور جدید اصلاحات کا پروگرام بھی پیش کرتے رہے۔

انگریز کے راج میں

1857ء کے مکمل اقتدار کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہند کے نوشتہ تقدیر پر مہر لگ چکی ہے اور مسلمانوں کے بقاء کا انحصار انگریز صاحب بہادر کی غیر مشروط غلامی اور خوشنودی پر رہ گیا ہے مسلمانوں کے قائدین وقت نے بلا تامل یہ ہی راہ اختیار کی اور زور شور سے مسلمانوں کو بھی یہ راہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا انگریزی زبان' انگریزی لباس' انگریزی معاشرت' انگریزی تہذیب' اور انگریزی علوم کو اپنانے کی مصلحانہ مہم ملک بھر میں جابجا شروع ہو گئی

مگر طبقہ علماء نے نازک موقعہ پر بھی ملت کی وہ رہنمائی کی جو آئندہ چل کر اس کے دوبارہ جی اٹھنے کا ذریعہ بنی یہ رہنمائی دینی تعلیم کے ذریعے اساسی نظریہ کو مسلمانوں کے اندر باقی رکھنے کی کوشش تھی جو آئندہ ان کی اسلامیت کے تحفظ وبقاء کا سبب بن سکتی تھی اور اس کے مستقبل کے لئے اسلام کے سپاہی تیار کئے جاسکتے تھے چنانچہ **1866**ء میں دارالعلوم دیوبند عظیم اسلامی مقاصد کے ساتھ نہایت بے سروسامانی اور خطرناک حالات میں ایک دور افتادہ غیر معروف مقام دیوبند کے متصل حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی مشاورت سے قائم کیا اور ابھی پچاس سال بھی نہ گزرے تھے کہ اس دارالعلوم کے پہلے شاگرد نے آزاد ملت کی وہ خفیہ تنظیم قائم کر ڈالی جو قلب ہند سے لے کر عرب افغانستان اور بلاد ترکستان تک پھیلی ہوئی تھی اور جسے قبل از وقت انکشاف اور افغانستان و ترک حکومتوں کے لیت و لعل بلکہ مخبری نے کامیاب نہ ہونے دیا۔

انقلاب کی خفیہ تحریک

میری مراد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن کی اس تحریک سے ہے جو تاریخ میں

ریشمی رومال کے نام سے موسوم ہے اور جس کی پاداش میں حضرت والا کو پانچ سال مالٹا میں اسیر و جلاوطن ہونا پڑا تھا جس کے ارکان اعظم میں مولانا عبید اللہ سندھی مولانا منصور میاں اور مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ شامل تھے اور جس کا تعلق دنیا بھر کی انقلابی قوتوں کے ساتھ تھا حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز کے بعد اس تحریک کی رہنمائی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری جانشین حضرت گنگوہی نے فرمائی شیخ الہند کی اسارت کے دوران ہی آپ کا انتقال ہوا اور تحریک کی رہنمائی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے سپرد ہوئی جن کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ اس وقت ولی اللہی تحریک کی رہنمائی کی ذمہ داری سر انجام دے رہے ہیں یہاں مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریک حزب اللہ مولانا محمد علی جوہر کی تحریک خلافت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ کی جمعیت علماء ہند اور مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی وسید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مجلس احرار کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ اسلامی انقلاب کی یہ عظیم تحریکیں بھی حلقہ علماء کے ہی قائم کردہ تھیں جو مشرق کو ایسا سیاسی شعور اور جرات دے گئیں کہ انہوں نے مغرب کے حاکمانہ تسلط اور غرور کو آخر تک چیلنج کیا اور آج سارا مشرق آزادی کے دور سے ہمکنار ہوتا جارہا ہے مگر اس کی آزادی کا استحکام اور مقصدیت ولی اللہی علماء دین کی رہنمائی کی محتاج ہے اس لئے کہ مشرق کی سربلندی کا راز اسلام کی سربلندی میں پوشیدہ ہے۔

علماء حق کی تین سو سالہ سخت صبر آزما

جدوجہد کا ملت ساز تاریخی کارنامہ

شاہ ولی اللہ کے عہد سے حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند کے عہد تک یا بالفاظ دیگر انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے لے کر ان کے کامل غلبہ اور اقتدار اور پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ تک تین صدیوں سے زیادہ کا عرصہ ہو جاتا ہے یہ عرصہ سخت سیاسی انتشار اور زبوں حالی کا دور تھا ہندوستان کی عظیم سلطنت سے لے کر بڑی بڑی نوابیاں اور ریاستیں تک ختم ہو

گئیں اور کوئی طاقت بھی اپنے آپ کو نہ سنبھال سکی اس کش مکش وافرا تفری کے درمیان ملت اسلامیہ کی مذہبی دینی اور اجتماعی حیثیت کو صحیح سالم نکال کر لے جانا بڑا ہی صبر آزما اور صعوبت آفرین کام تھا اور وہ بھی مادی وسائل کے فقدان میں لیکن یہ سخت مشکل ترین کام ولی اللہی جماعت کے علماء نے بخوبی انجام دیا اور اس راہ کی تمام صعوبتوں کو دلیرانہ ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کیا۔

فاضل قلم کار آخر میں سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ لوگ بڑے ہی دیدہ دلیر ہیں جو علماء پر جمودو نااہلیت اور تنگ نظریت کا طعن کرتے ہیں آخر وہ اپنے ملک کی تین سو سال کی اس تاریخ کو کہاں لے جائیں گے جو علماء کے کارہائے زریں کی روشن شہادت ہے جسے باوجود کوشش بسیار کے انگریز بھی نہ مٹا سکا۔

موجودہ سیاسی حقائق

الغرض سلسلہ ولی اللہی کی اس قومی جماعت کا یہ کردار اپنی ایک طویل تاریخ رکھتا ہے مختصر طور پر بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں اور سماجی نقطہ نظر سے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کریں یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی حالات پہلے سے کچھ مختلف نہیں ہمارے معاشرے کی بنیادوں کو منہدم کرنے کیلئے سامراجی قوتیں پہلے سے بڑھ کر حرکت عمل میں مصروف ہیں چنانچہ سامراج کا سیاسی نظام پہلے سے بھی بدتر شکل میں ہم پر مسلط ہے پہلے براہ راست مغربی سامراج غلام بنائے ہوئے تھے جبکہ آج انکی تربیت یافتہ نسل ہمارے گردونواح کا سودا کیئے ہوئے ہیں اور پھر اس ایجنٹی کی تنخواہ بھی ٹیکس وغیرہ لگا کر ہم سے ہی وصول کی جاتی ہے اس طرح اس کا معاشی تسلط ہمارا خون چوس رہا ہے اور جونک کی طرح ہمارے رگ وریشے سے آخری قطرہ خون بھی نچوڑنے پر تلا ہوا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف سے ملک کا اکثریتی طبقہ غربت وافلاس کے اندھیر غاروں کی طرح بڑھتا نظر آرہا ہے تو دوسری طرف ملک قرضوں کے ایسے چکر میں پھنس چکا

ہے جس سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آتا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مختلف طور طریقوں سے ہمارے دینی فکر و نظریہ کو ختم کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں اس کو بدنام کرنے کیلئے مذہبی فکری وذہنی انتشار پیدا کیا جارہا ہے اس طرح گویا سامراج کی جانب سے فکری حملہ کی یلغار پہلے سے بھی ذیادہ شدت کے ساتھ جاری ہے۔

مظلوم انسانیت کا سوال

آج ظلم واستحصال پر مبنی غلط اور فاسد نظام کے زیر تسلط سسکتی ہوئی انسانیت قومی ذمہ داریوں کے حوالے سے دین کے سچے علمبرداروں کی راہ تک رہی ہے معاشی تنگ دستی میں مبتلا انسان جس پر غربت وافلاس کے گہرے سائے چھائے ہوئے ہیں انصاف کی بھیک مانگ رہا ہے ظلم کی چکی میں پستا ہوا مظلوم اکثریتی طبقہ دین اسلام کے حوالے سے دین حق کی حامل اجتماعیت سے کچھ مطالبہ کر رہا ہے آج جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کا عفریت پوری دنیا کو نگل رہا ہے اور کوئی طاقت بھی اس کا سامنا کرنا پسند نہیں کر رہی مظلوم انسانیت دین اسلام اور اس کو ماننے والوں کی طرف دیکھ رہی ہے تاکہ وہ اس سامراجی عفریت سے انہیں بچائے مظلوم انسانیت کا ساتھ دے ان کی غربت وافلاس کو دور کرنے کا پروگرام بنائے اور اس پر عمل کرے نیز انہیں عدل وانصاف مہیا کرے۔

موجودہ دور کے تقاضے

آج کا دور دینی رہنماؤں سے جو کچھ مطالبہ کر رہا ہے اس کے کچھ تقاضے ہیں اس کے کچھ سوالات ہیں کیا دین کے رہبر ! دور کے تقاضوں مطالبوں اور سوالات کی زبان جاننا پسند کریں گے ؟ کیا انبیا کے وارث !اس مظلوم انسانیت کی سسکتی ہوئی آواز کو سننا پسند کریں گے ؟ کیا علمائے حق کے وارث ! دین اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے حقیقی معنوں میں کوئی جدوجہد کرنا پسند کریں گے ؟ ہاں ! حاملین دین اسلام صحیح معنوں میں باشعور ہیں تو انہیں یہ سب کچھ سننا ہوگا دیکھنا اور سمجھنا ہوگا قومی حمایت کے اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کو

پس پشت ڈال کر خالص حقیقی دین کا تقاضہ سمجھتے ہوئے یہ کام کرنا ہوگا اور یہ ثابت کرنا ہوگا کہ واقعی دین اسلام آج کے دور کے تقاضوں اور مطالبوں کو بڑے اچھے طریقہ سے پورا کرنے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہے وہ انسانیت کے تمام مسائل حل کرتا ہے چنانچہ قومی ذہن رکھنے والا باشعور نوجوان (خواہ گریجویٹ ہو یا عالم دین) یہ سب کام کرتا ہے لیکن کسی دنیوی مفاد اور غرض کیلئے نہیں بلکہ محض اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی اس کا مقصد ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ چونکہ ''الخلق عیال اللہ'' تمام مخلوقات اللہ تعالی کا کنبہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے ایک ایسا عادلانہ نظام قائم نہ ہو جائے کہ جس کے زیر سایہ وہ امن وسکون کی زندگی گزارے اور پوری طرح خوشحال ہو۔

باشعور علماء اور نوجوانوں کا فرض

ان حالات کو سامنے رکھ کر دین کے ذمہ دار علماء کرام اور باشعور نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ موجودہ دور کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور نہ صرف ایسا لائحہ عمل ترتیب دیں کہ جس سے انسانیت دوست دینی فکر و نظریہ پوری جامعیت کے ساتھ اپنی اصل شکل میں محفوظ ہو جائے بلکہ ایک بہترین مثالی معاشرے کا قیام ممکن بنانے کے لئے صحیح فکری اساس پر ایک سیاسی و معاشی نظام قائم کرنے کی عملی جدوجہد کو منظم انداز میں آگے بڑھائیں اور اس پروگرام کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والے سامراجی نظام ظلم و جبر کے خلاف اپنی کوششوں کو زیادہ سے زیادہ مربوط کر کے شاہراہ عمل پر گامزن ہوں اور اس کے لئے وقت کی ضرورت ہے کہ لائحہ عمل بناتے وقت ان اکابر علمائے حق کے اسوہ کو سامنے رکھا جائے جنہوں نے گزشتہ ادوار میں سامراج کے خلاف ایک طویل اور تھکا دینے والی جنگ لڑی تھی۔

صحیح لائحہ عمل

ولی اللہی سلسلے کی اس قومی جماعت کا اسوہ کیا تھا اس کا کام کرنے کا طریقہ کیا تھا

اور بنیادی طور پر اس نے اپنے عمل کیلئے جو پروگرام تشکیل دیا تھا اس جماعت کے انتہائی اہم نمائندے مولانا احمد سعید صاحب دہلوی (ناظم جمعیۃ علماء ہند) کے الفاظ میں اس پروگرام کی تفصیل سنیئے (۴)

علمائے ہند کے سامنے ایک ہی مسئلہ اہم رہا ہے اور وہ صرف ہندوستان میں نظام شرعی کا قیام ہے چونکہ نظام شرعی کا قیام بدون (بغیر) انقلاب ناممکن العمل ہے اس لئے ہم نے اس ملک کی اکثریت کے ساتھ اشتراک عمل کیا تاکہ ہونے والا انقلاب قریب ترین ہو جائے۔ حضرت مولانا کے ان الفاظ سے علماء حق اور باشعور نوجوانوں کے عملی کردار کی اہمیت واضح طور پر متعین ہو جاتی ہے اور درج ذیل نکات پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں:۔

(الف) اس خطہ ارضی میں ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا جس کی اساس دینی فکرو نظریہ پر قائم ہو

(ب) ایسے عادلانہ نظام کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والے سامراجی نظام کے خلاف انقلاب نہ لایا جائے کیونکہ انقلاب کے بغیر عدل و انصاف پر مبنی شرعی نظام کبھی قائم نہیں ہو سکتا

(ج) جب انقلاب لانا ضروری ٹھہرا تو اس کے لئے ہر اس جماعت سے اشتراک عمل کیا جائے جو انقلاب کے لئے کام کر رہی ہو گی چنانچہ ملک کی مظلوم اکثریت کو اپنا حامی بنانا ضروری ہے تاکہ آنے والا انقلاب قریب ترین ہو جائے۔

آج پاکستان میں سامراجی تسلط اسی طرح قائم ہے اور اسی وجہ سے عادلانہ شرعی نظام یہاں پر قائم نہیں ہوا لہذا لائحہ عمل کے مذکورہ اہداف و مقاصد جو آج سے کم و بیش ساٹھ سال قبل بیان کئے گئے تھے آج بھی اتنی ہی اہمیت کے حامل ہیں اور آج بھی ان پر عمل کرنا اسی طرح ضروری ٹھہرتا ہے جس طرح آج سے پہلے تھا اس تناظر میں ہمارے لائحہ عمل کا بنیادی ہدف تبدیلی نظام پر مبنی انقلاب ٹھہرا تاکہ ایک بہتر نظام عدل کے نفاذ کی راہ

ہموار کی جاسکے آج پاکستان میں انقلاب کیلئے تیاری کرنا وقت کی پکار ہے جسے نظر انداز کر دینے کے نتائج بڑے بھیانک شکل میں ظاہر ہونگے ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

سامراجی نظام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس کے خلاف کام کرنے والی جماعت اور اس کی انقلابی جدو جہد کے متعلق کچھ اس قسم کی غلط فہمیاں پیدا کر دی جائیں کہ جس سے عام لوگ ہی نہیں بلکہ خواص کے ذہن میں بھی شکوک و شبہات جنم لینے لگتے ہیں اور یوں اس جماعت کا نام اور کام بدنام کر کے اپنے استحصالی نظام کو مزید مضبوط بنایا جاتا ہے ماضی قریب کی تاریخ میں جس طرح لفظ "وہابی" کی آڑ میں عوام الناس کو اہل حق سے برگشتہ کرنے کی مہم چلائی گئی اسی طرح لفظ "انقلاب" اور انقلابی" کے معنی کو غلط روپ دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے اور ہمارے اچھے خاصے دین کے ذمہ دار لوگ بھی اس کے بارے میں غلط رویہ اپنانے کی روش پر نظر آتے ہیں کسی عرب حکیم نے سچ کہا ہے (۵) الناس تبع لاما مھم فی الخیر الشر "یعنی لوگ بھلائی اور برائی میں اپنے حکمرانوں (نظام) کے تابع ہوتے ہیں" اس کے مصداق جس طرح اس ظالمانہ نظام کے حکمران طبقہ نے پروپیگنڈہ کر دیا عام لوگوں نے قبول کر لیا بطور مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ "اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (٦) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جب تمہارے پاس کوئی فاسق فاجر آدمی کسی قسم کی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو" اس آیت پر عمل کر کے تحقیق کر لیا کریں۔

کسی سماج میں انقلاب اور تبدیلی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہاں کشت و خون منفی تخریب کاری اور غنڈہ گردی کی جاتی ہے بلکہ انقلاب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک منظم جدو جہد کے ذریعہ سماج کی منفی اقدار کا خاتمہ کر کے اجتماعی اخلاقیات کے تقاضوں کے مطابق مثبت سماجی اقدار کو نافذ کیا جائے اور اگر کوئی مثبت اخلاقی قدر پہلے سے موجود ہے اسے ختم کرنے کی بجائے مزید موثر بنایا جائے تاکہ پورا معاشرہ پھلے پھولے اور اس کا فطری ارتقاء

برقرار رہے چنانچہ انقلاب کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رقم طراز ہیں(۷)

''انقلاب محض تخریب نہیں منفی خیالات پیش کرنا انقلابی کا کام نہیں ہوتا بلکہ وہ فرسودہ نظام حیات کی جگہ ایک نیا بہتر اور جاندار نظام پیش کرتا ہے جسے ہم نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ انقلاب ماضی کی ہر چیز کو مٹادینے کا نام ہے اس لئے انقلاب اچھا نہیں اس سے تجدد وارتقاء بہتر ہے یہ انقلاب کی اصل حقیقت کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے' انقلاب اصولا صرف ان چیزوں کو مٹاتا ہے جو مٹانے کے قابل ہوتی ہیں وہ ماضی کا انکار نہیں کرتا بلکہ وہ انسانی تاریخ کے ان سارے باقیات صالحات کو برقرار رکھتا ہے جن کا برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے اور نئے نظام کی تعمیر میں ان سے پورا کام لیتا ہے''

حضرت سندھی کی اس تحریر سے ''انقلاب'' کا حقیقی مفہوم اپنی تمام تر وضاحتوں کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور یوں برعظیم کی اس قومی جماعت کے تشکیل دیئے ہوئے لائحہ عمل کی حقیقی بنیاد اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ہم پر واضح ہو جاتی ہے اس لئے سامراجی پروپیگنڈہ کے اثرات سے متاثر ہو کر اس انقلابی لائحہ عمل کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کسی طور حقائق سے بہرہ مند ہونے کی علامت نہیں۔

موجودہ دور میں دینی انقلاب اور ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت

آج جبکہ عالمی نظام ہائے حیات شکست وریخت کا شکار ہیں دنیا تبدیلی کی دہلیز پر کھڑی ہے زمانہ کے تغیرات نے اس کو ایک نئے موڑ اور دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے آج انسانیت امن کی تلاش میں سرگرداں ہے سکون حاصل کرنے کیلیے ادھر ادھر کے تھپیڑے کھا رہی ہے عالمی مادی غیر مذہبی نظام اپنی خامیوں بھری لٹیا سمیٹ گہرے پانیوں میں غرق آب ہونے کو ہے ان حالات میں اگر ہم شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار اور ان پر قائم اجتماعیت حقہ کی قدروقیمت صحیح طور پر پہچان لیں اور اس دینی فکر پر انقلاب کی تیاری کے لئے منظم ہو جائیں

تو وہ دن دور نہیں کہ جب ہم دنیا کے سامنے عدل و انصاف پر مبنی نظام کا ایک ایسا نمونہ پیش کر سکتے ہیں جس میں ایک طرف خدا پرستی کے جذبات موجزن ہوں تو دوسری طرف خدمت انسانیت کا سیاسی' معاشی اور سماجی نظام ہمارے امن و سکون کا ضامن ہو اور یوں ہم دنیائے انسانیت کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کر انہیں بھی انہی عظیم راہوں پر ڈالنے کا سبب اور ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

باشعور افراد کی ذمہ داری

یہ دین فطرت ہے اور انسانیت کا فطری اور بنیادی تقاضہ ہے آج انسانیت اس کی تلاش میں ہے وہ ایک ایسے فطری نظام کا عملی نمونہ چاہتی ہے جو اپنی عملی افادیت کو زندگی کے تمام شعبوں میں بجا طور پر منوائے اور امن و سکون کی ضمانت فراہم کرے اگر آج ہم نے اپنے اس دینی فرض کو نہ پہچانا اور اپنی غفلت اور کوتاہیوں کی وجہ سے انسانیت کو کوئی بہترین عملی نمونہ نہ دے سکے تو نہ صرف یہ کہ ہم اسی دنیا سے ذلیل و خوار کر کے ختم کر دیئے جائیں گے بلکہ کل خدا کے حضور بھی جوابدہ ہونگے جہاں کی شرمندگی اور ذلت کا ہلکا سا اندازہ ہی رونگٹے کھڑا کرنے والا ہے اعاذنا اللہ منہ

ہم پر عائد دینی فریضے کے پیش نظر ہمیں اپنے اندر کچھ تبدیلیاں کرنی ہوں گی اپنی تربیت کر کے دینی انقلابی جمہوری رویے اپنانے ہوں گے ہمیں شعوری محنت اور تربیت کی ضرورت ہے کہ جس کے نتیجہ میں ہمارے اندر سماجی تقاضوں کے حوالے سے بھرپور شعور پیدا ہو جائے تاکہ ہم اس نظام ظلم کا صحیح تجزیہ کر سکیں جو ہمارے دین کے عملی نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے اس نظام کی سیاسی معاشی اور سماجی بنیادیں ہمارے سامنے بے نقاب ہونی چاہیں تاکہ اس کے خلاف تبدیلی کی جدوجہد کو زیادہ بہتر طریقے سے منظم کر سکیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے اندر بہترین تنظیم اور بھرپور اجتماعیت پیدا کر لیں تاکہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کی ہمہ جہتی یلغار کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور طاقت اپنے اندر پیدا

کر لیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ پاک و ہند کے علماء حق از احمد حسین کمال از ص 12 تا 14 (مع حذف و ترمیم) مطبوعہ المحمود اکیڈمی پشاور۔

2۔ ایضاً ص 14 تا 20 (مع حذف و ترمیم)

3۔ ایضاً ص 27 تا 39 (مع حذف و ترمیم)

4۔ شعوری تقاضے۔ خطبہ مولانا شوکت اللہ انصاری ص 6 بحوالہ تج 26 اگست 1937ء مطبوعہ شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن ملتان ۔

5۔ العقد الفرید لابن عبدربہ ج ا ص 32 مطبوعہ بیروت

6۔ سورۃ الحجرات آیت نمبر 6

7۔ شعور و آگہی ص 50 مطبوعہ لاہور

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ تاریخ اسلام	مولانا عبید اللہ سندھی
☆ قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ اخلاقیات و معاشیات کا باہمی ربط	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ لرزہ خیز انتقام کی داستان	مولانا محمد میاں
☆ غلبہ دین اور عبادات	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ شاہ خداوندی	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ ارکان اسلام	چوہدری افضل مرحوم
☆ شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
☆ عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ اجتماعی زوال کے اسباب	مولانا محمد تقی امینی
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل	مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللّٰہی حل	جناب محمد مقبول عالم مرحوم
☆ ولی اللّٰہی نظام فکر	مفتی عبد الخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمان
☆ عدم تشدد کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمان